آداب واخلاق پر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی چالیس احادیث کا مجموعہ

الاربعین

عن ابی ہریرة





محمد امیر حمزہ

یلوح الخطّ فی القرطاس دھرا

وکاتبه رمیم فی التراب

تحریر قرطاس پر زمانے تک چمکتی رہتی ہے جب کہ اُسے لکھنے والا (مرکر) مٹی میں بوسیدہ ہوچُکا ہوتا ہے۔

پہلے اسے پڑھیں

- یہ کتاب صرف اصلاحی پہلوؤں پر لکھی گئی ہے۔
- اس کتاب کا مقصد اپنی اور دوسرں کی اصلاح کرنا ہے۔
- اس میں ترغیبی اور ترہیبی موضوعات کی ترتیب نہیں رکھ گئی۔
- اس میں فقہ سے ہٹ کر کسی قسم کا کوئی اختلافی پہلو بیان نہیں کیا گیا۔
- طوالت سے بچتے ہوئے انتہائی مختصر انداز اپنایا گیا ہے۔
- میری یہ پہلی تصنیف ہے اس لیے ہو سکتا نہیں بلکہ یقیناً بہت سی غلطیاں آئی ہوں گی اس لیے علماء پڑھ کر ضرور رہنمائی کریں۔
- اس کتاب کو خود ہی کمپوز کیا گیا ہے اس لیے جہاں کہیں کتابی غلطی نظر آئے وہاں پر نشاندہی کریں۔
- صحاح ستہ کی احادیث کا حوالہ (islam 360) کے مطابق ہے تاکہ آپ کے لیے حدیث پاک تلاش کرنے میں آسانی ہو۔
- تعارفِ سیدنا ابوہریرہ اور احادیث کی تشریح میں آنے والی تمام احادیث مبارکہ اور اقوال معتبر ہیں، اختصار کی وجہ ان کا حوالہ نہیں لگایا گیا۔

فہرست

انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ سی تحقیق کو اپنے والدین کریمین اور شاعرِ ہفت زباں سید نصیر الدین نصیر گیلانی علیہ الرحمہ کے نام کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

حسنِ اخلاق انسانی وقار کو سنوارنے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے، جب تک انسان اپنے آپ کو اچھے کردار اور اچھے اخلاق سے مزین نہیں کرلیتا وہ زندگی کے کسی شعبے میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے چالیس سال کی عمر میں اعلانِ نبوت فرمایا۔ تب جا کر لوگوں میں اپنی پہچان بحیثیتِ نبی کے کروائی۔ اعلانِ نبوت سے قبل کے چالیس سال آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے اپنا اخلاق حسنہ پیش کیا جس سے لوگ اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کو صادق اور امین کہنے پر مجبور ہو گئے۔ سیدنا انس فرماتے ہیں کہ میں دس سال رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں رہا، آپ ﷺ نے کبھی بھی مجھے (کسی کام کی وجہ سے) نہیں ڈانٹا۔ حتیٰ کہ اگر میں کوئی کام کرتا تو آپ ﷺ یہ نہ فرماتے کہ یہ کیوں کیا اور اگر میں کوئی کام نہ کرتا تو آپ ﷺ یہ نہ فرماتے کہ یہ کیوں نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق ہماری زندگی کے لیے ایک عملی نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے ''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ'' بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ اس لیے ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں رسول اللہ ﷺ کے اخلاق اور آپ کے کردار کو مد نظر رکھتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے اسی میں ہماری کامیابی ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان میں کوئی خاص ہنر نہیں ہوتا جس سے وہ لوگوں کو متاثر کر سکے۔ لیکن وہ اچھے اخلاق کو اپنانے والا ہوتا ہے تو لوگ اس سے بے لوث محبت کرتے ہیں۔

تعارف جناب سیدنا ابو ہریرہ

آپ کے نام کے بارے میں علماء کا اختلاف ہی رہا ہے، بعض نے بیس بعض نے تیس جبکہ بعض نے چالیس اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ علامہ ابن اعبد البر علیہ الرحمہ نے "استیعاب" میں آپ کے گیارہ نام ذکر کیے ہیں۔ المختصر یہ کہ چالیس کا اختلاف چلتا چلتا تین میں آکر منحصر ہو گیا۔ وہ تین نام جن کے متعلق علماء کا اختلاف ہمیشہ سے رہا ہے درج ذیل ہیں

1 عبد الشمس بن صخر 2 عبد الرحمن بن صخر 3 عبد اللہ بن عمرو

علمائے کرام نے ان ناموں میں کچھ یوں تطبیق دی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام عبد الشمس تھا جبکہ اسلام لانے کے بعد آپ کا نام عبد الرحمن بن صخر یا عبد اللہ بن عمرو ہوا۔ امام بخاری اور امام ترمذی نے "عبد اللہ بن عمرو" کو ترجیح دی ہے۔ جبکہ محدثین کی ایک جماعت نے آپ کا نام "عبد الرحمٰن بن صخر" بیان کیا ہے۔ بہر حال آپ کا نام جو بھی ہو، آپ جن الفاظِ مرکبہ سے جانے جاتے ہیں وہ ہیں "ابو ہریرہ"۔ اور روایتِ حدیث میں آپ کو 'عن ابی ہریرہ' اور 'قال ابو ہریرہ' جیسے الفاظ سے ہی بیان کیا جاتا ہے۔

ابو ہریرہ کنیت ہونے کی وجہ

آپ خود بیان فرماتے ہیں "کانت ہریرۃ صغیرۃ فکنت اذا کان اللیل وضعتھا فی شجرۃ فاذا اصبحت اخذتھا فلعبت بھا فکنونی ابا ہریرۃ" (میرے پاس ایک) چھوٹی بلی تھی۔ پس رات کے وقت میں اُسے ایک درخت

میں رکھ (چُھپا) دیتا، پس صبح کے وقت میں اُسے پکڑ لیتا اور اُس کے ساتھ کھیلتا، (جس کی وجہ سے) لوگوں نے میری کنیت ابوہریرہ "بلیوں والا" رکھ دی۔

علامہ ابنِ عبد البر نے علیہ الرحمہ "استیعاب" میں سیدنا ابوہریرہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ خود رسول اللہ ﷺ نے یہ کنیت رکھی تھی۔ بہر حال "ابوہریرہ" والی کنیت میں سب کا اتفاق ہے۔ باقی رہا ما قبل کی دو روایتوں میں تعارض کا آنا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ کنیت تو لوگوں نے ہی رکھی تھی مگر اُس کنیت کو رسول اللہ ﷺ نے برقرار رکھا۔

مشرف باسلام

آپ 7ھ کو غزوہ خیبر کے موقع پر ایمان لائے اور صحابیت کے درجے پر فائز ہوئے۔ پھر ہمہ وقت اپنا تن من دھن سب رسول اللہ ﷺ کے لیے پیش پیش رکھا اور تقریباً تمام غزوات میں آقا کریم ﷺ کی رفاقت میں رہے۔

(ہریرۃ) کی صرفی تحقیق

عمومی طور پر "ہریرۃ" کو غیر منصرف ہی پڑھا جاتا ہے اور صحیح بھی یہی ہے۔ لیکن بعض نے اس کے غیر منصرف ہونے کی تردید کی ہے یہ کہتے ہوئے کہ عدمِ انصرافیت فقط "اشتہار علی الالسنۃ" کی وجہ سے ہے، وگرنہ دیکھا جائے تو "ہریرۃ' میں فقط ایک ہی سبب پایا جا رہا ہے تاے تانیث والا۔ علمیت معدوم

ہے۔ لیکن یہ قول غیر صحیح ہے اس لیے کہ اگرچہ اس میں علمیت معدوم تھی لیکن جب یہ "ابو" کا مضاف الیہ بناتو اس میں علمیت پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہو گیا۔

فقر و فاقہ

حضرت سیدنا ابوہریرہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں اصحابِ صفہ میں سے تھا۔ایک دن میں نے روزہ رکھا،شام کے وقت پیٹ میں تکلیف محسوس ہوئی تو میں قضائے حاجت کے لیے چلا گیا۔جب واپس آیا تو اصحابِ صفہ اپنا اپنا کھانا کھا چکے تھے،قریش کے مالدار لوگ اصحابِ صفہ کے پاس کھانا بھیجا کرتے تھے۔میں نے دریافت کیا کہ "آج کھانا کس کے ہاں سے آیا تھا؟" ایک شخص نے بتایا"امیر المومنین سیدنا عمر فاروق کی طرف سے"۔میں امیر المومنین سیدنا عمر فاروق کے پاس گیا تو آپ نماز کے بعد تسبیحات پڑھنے میں مصروف تھے۔میں انتظار کرنے لگا۔جب فارغ ہوئے تو میں نے قریب ہو کر عرض کیا" مجھے کچھ پڑھا دیجئے" اور میرا مقصد یہ تھا کہ مجھے کچھ کھانا کھلا دیں۔امیر المومنین مجھے سورہ آل عمران کی آیتیں پڑھانے لگے،پھر جب آپ گھر پہنچے تو مجھے دروازے پر چھوڑ کر خود اندر چلے گئے کافی دیر ہو گئی لیکن واپس نہ آئے۔میں نے سوچا شاید کپڑے تبدیل فرمارہے ہوں۔پھر میرے لیے گھر والوں کو کھانے کا حکم دیا ہو لیکن میں نے وہاں ایسا کچھ نہ پایا۔جب بہت زیادہ دیر ہو گئی تو میں وہاں سے اُٹھ کر چل دیا۔راستے میں رسول اللہ ﷺ سے مُلاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہ! آج تمہارے منہ کی بُو بہت تیز ہے۔میں نے عرض کی۔جی ہاں یارسول اللہ ﷺ! آج میں نے روزہ رکھا ہوا

تھا اور ابھی تک افطار نہیں کیا اور نہ ہی میرے پاس کچھ ہے جس سے روزہ افطار کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کا فرمایا۔ میں ساتھ ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے گھر پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے ایک سیاہ فام لونڈی کو بُلایا اور اُس سے فرمایا: وہ پیالہ ہمارے پاس لے آؤ! لونڈی نے پیالہ پیش کیا۔ میں نے دیکھا اُس میں کھانے کا کچھ اثر باقی تھا۔ مجھے ایسا لگا جیسے اس میں کسی نے جَو کھائے ہوں۔ پیالوں کے کناروں پر کچھ کھانا باقی بچا رہ گیا تھا جو بہت قلیل تھا۔ میں نے "بسم اللہ" پڑھی اسے اکٹھا کیا اور کھالیا یہاں تک کہ شکم سیر ہو گیا۔

علمِ حدیث

حضرت سیدنا ابو ہریرہ خود بیان فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ اے ابوہریرہ آپ اتنی کثرت سے احادیث کیوں بیان کرتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں وہ تمام احادیث جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں تمہیں سنادوں تو تم لوگ مجھے ٹھیکریوں سے مارنے لگو۔ اور پھر تم میرا سامنا نہ کر پاؤ گے۔

عبادت وریاضت

حضرت ابو عثمان نہدی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ میں سات دن تک حضرت سیدنا ابو ہریرہ کا مہمان رہا۔ میں نے پوچھا: اے ابوہریرہ! آپ کس طرح روزے رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا؛ میں ہر مہینے کے

آغاز میں تین روزے رکھتا ہوں اور اگر کوئی عارضہ پیش آجاتا ہے تو مہینے کے آخر میں تین روزے رکھ لیتا ہوں۔

حضرت سیدنا علقمہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ نے فرمایا: میں بارہ ہزار مرتبہ اللہ سے اِستغفار کرتا ہوں اور یہ میرے دین کے حساب سے ہے یا راوی نے کہا کہ اُن کے دین کے حساب سے ہے۔

بے مثال حافظہ

حضرت سیدنا ابو ہریرہ خود بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا؛ تم مجھ سے وہ غنیمتیں کیوں نہیں طلب کرتے جو تمہارے رفقا طلب کرتے ہیں، میں نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے کچھ عطا فرمادیں، جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی پُشت سے چادر اُتار کر اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان بچھادی اور اسے غور سے دیکھنے لگا ۔ گویا میں اس پر چلتی کسی جُوں کو دیکھ رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے گفتگو فرمائی جسے میں نے (اپنے سینے) میں محفوظ کرلیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا"چادر سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالو"اس کے بعد سے میں آپ ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ سے کچھ (ایک حرف) بھی نہ بُھولا۔

وقتِ وِصال

حضرت سیدنا سالم بن بشر بن حجل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابوہریرہ اپنے مرضِ وِصال میں رونے لگے تو کسی نے پوچھا! آپ کیوں رو رہے ہیں۔ فرمایا میں تمہاری اس دنیا چُھوٹنے پر نہیں بلکہ اپنے سفر کے طویل اور زادِراہ کے قلیل ہونے کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ میں صبح ایسی دُشوار گزار گھاٹی پر گامزن ہوں گا جو جنت میں پہنچائے گی یا جہنم میں اُتارے گی اور میں نہیں جانتا کہ میرا ٹھکانہ ان دونوں میں سے کہاں ہو گا۔

اَدَب کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق

اَدَب کے لغت میں کئی معانی ہیں

1 اچھی تربیت

2 شائستہ ہونا

3 کسی کو دعوت پر بُلانا

4 کسی کو ادب کی باتیں سِکھانا

اَدَب کا اصطلاحی معنیٰ ہے "وہ اخلاقی ملکہ جو انسان کو ہر نامناسب اور ناشائستہ بات سے باز رکھے"

اَدَب کی جمع آداب آتی ہے اور آداب کا اطلاق ہر قسم کے علوم و فنون پر ہوتا ہے اسی طرح آداب کا اطلاق کسی شخص یا چیز کے مخصوص قوانین اور قواعد و اصول پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے آدابِ مجلس وغیرہ۔

علم الادب۔ وہ علم جس کے ذریعے بول چال اور تحریری و تقریری غلطیوں اور لغزشوں سے بچا جا سکے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ "عمدۃ القاری" میں لکھتے ہیں

ابو محمد نے "کتاب الوداعی" میں لکھا ہے کہ اَدَب کو اَدَب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ محامدہ (اچھی چیزوں) کی طرف دعوت دیتا ہے۔

ایک قول کے مطابق "ایسی گفتار و کردار کا حامل ہونا جس سے اس کی تعریف اور ستائش کی جائے" اَدَب کہلاتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اَدَب کہتے ہیں چھوٹوں پر شفقت کرنا اور بڑوں کی تعظیم کرنا۔

اس بحث کے بعد آپ یہ جانیں کہ آداب کی تین قسمیں ہیں

آدابِ توحید، آداب مع نفسہ، آداب مع الناس

آدابِ توحید۔ یعنی خلوت اور جلوت میں خود کو بے ادبی اور نامناسب چیزوں سے بچانا یہ خیال کرتے ہوئے کہ خداوندِ تعالی ہر حالت میں دیکھ رہا ہے۔

آداب مع نفسہ۔ ہر حال میں اپنے نفس کیساتھ مروت سے پیش آنا یہاں تک کہ جو چیز مخلوق یا اللہ تعالی کے حوالے سے بے ادبی میں شمار ہوتی ہے اُسے اپنے لیے بھی نامناسب سمجھنا۔

آداب مع الناس۔یعنی لوگوں کیساتھ پیش آنے کے آداب۔چاہے سفر میں ہو یا حضر میں گھر میں ہو یا باہر،اپنے ہوں یا غیر سب کے ساتھ ادب سے پیش آنا۔

خلق کی تعریف

خلق انسان کی اس عادت کا نام ہے جس کا اظہار بلا تکلف ہوتا ہے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "خلق نفس کی اس راسخ کیفیت کو کہتے ہیں جس کے باعث اعمال بڑی سہولت اور آسانی سے صادر ہو جاتے ہیں۔ان کے کرنے کے لیے سوچ بچار کے تکلف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

مشہور ماہر لغت علامہ ابن منظور نے خلق کی تعریف کچھ یوں کی ہے" خَلق اور خُلق کا معنی فطرت اور طبیعت ہے۔انسان کی باطنی صورت کو مع اس کے اوصاف اور مخصوص معانی کے خُلق کہتے ہیں۔جس طرح اس کی ظاہری شکل وصورت کو خَلق کہتے ہیں۔

خلق کی جمع اخلاق آتی ہے جو انسان کے مجموعہ اعمال اور اس کے مجموعی رویے کا نام ہے۔خلق کا اطلاق انہی عادات پر ہو گا جو پختہ ہوں اور بلا تکلف صادر ہوں۔

خلقِ عظیم

رسول اللہ ﷺ نے جن آداب و اخلاق کا ہمیں حکم دیا پہلے خود اُنہیں کر کے دکھایا۔ جو کہ ہمارے لیے سنت ٹھہرے۔ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہمارے لیے عملی نمونہ ہے۔ اللہ کریم نے قرآن میں ارشاد فرمایا "وانک لعلی خلق عظیم" آپ اخلاق کے بڑے درجے پر فائز ہیں۔ سیدہ اماں عائشہ فرماتی ہیں کہ "بیشک رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن تھا"۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا خلق عظیم ہی تھا کہ کافر آپ پر طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھاتے رہے اس کے باوجود آپ ﷺ کے منہ سے ان کے لیے ہدایت اور رحمت کی دعاہی نکلی۔

اللہ کریم ہمیں رسول اللہ کی سیرتِ طیبہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

(حدیث نمبر 1)

اچھے اخلاق

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ، فَقَالَ: تَقْوَى اللهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ ، وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، فَقَالَ: الْفَمُ وَالْفَرْجُ۔

(سنن ترمذی، رقم الحدیث 2004)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا۔ وہ کون سا کام ہے جس کی وجہ سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرنا اور اچھے اخلاق۔ اور آپ ﷺ سے سوال کیا گیا؛ وہ کون سے کام ہیں ؟ جن کی وجہ سے زیادہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: منہ اور شرمگاہ۔

تشریح۔ ایک حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز میزان میں نہیں رکھی جائے گی۔ اس لیے کہ انسان اپنے کردار اور اخلاق سے ہی جانا جاتا ہے جس کا جتنا اچھا کردار اور اخلاق ہو گا وہ اُتنے ہی اعلیٰ درجے پر فائز ہو گا اور یہی وہ چیز ہے کہ جس کو اپنانے سے بکثرت امت جنت میں داخل ہو گی جیسا کہ حدیثِ ابی ہریرہ میں آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر انسان کیساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کی۔ کیا آپ کے ساتھ بھی یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا

ہاں! لیکن وہ مسلمان ہو گیا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا اخلاقِ حسنہ یہ تھا کہ شیطان بھی آپ کی سیرت و کردار سے متاثر ہو کر آپ ﷺ پر ایمان لے آیا۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا تھا کہ۔۔۔

حُسنِ کِردار سے نورِ مجسّم ہو جا!

کہ ابلیس بھی تجھے دیکھے تو مسلماں ہو جائے

(حدیث نمبر2)

مومن کے مومن پر حقوق

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ: يَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ، وَيَشْهَدُهُ إِذَا مَاتَ، وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ، وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ، وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ، وَيَنْصَحُ لَهُ إِذَا غَابَ أَوْ شَهِدَ۔

(سنن ترمذی، رقم الحدیث 2737)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کے مومن پر چھ حقوق ہیں۔ جب بیمار ہو تو اُس کی تیمارداری کرے، جب مرے تو اُس کے جنازے میں شریک ہو، جب دعوت کرے تو قبول کرے، جب ملے تو سلام کرے، جب چھینک آئے تو اُس کی چھینک کا جواب دے، اس کے سامنے موجود رہے یا نہ رہے اس کا خیر خواہ ہو۔

مریض کی عیادت کرنا

مومن کا دوسرے مومن پہ پہلا حق یہ ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اس کی بیمار پُرسی کے لیے جائے کہ احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ جامع ترمذی کی ایک دوسری حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کے لیے صبح کو جائے تو شام تک ستّر ہزار فرشتے اس کے لیے اِستغفار کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہو گا۔

جنازے میں شرکت کرنا

دوسرا حق یہ کہ اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں شامل ہو۔ اور یہ فرضِ کفایہ ہے کہ محلے میں سے کوئی ایک جنازے میں شامل ہو گیا تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو جائے گا اور اگر کسی نے نہ شرکت کی تو سب گنہگار ہوں گے۔ ایک حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ مسلمان کے جنازے میں شریک ہونے والے کو ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے اور جو تدفین کے لیے بھی جائے تو اس کے لیے دو قیراط کا اجر ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ قیراط کیا ہے؟ فرمایا: ایک قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔

دعوت قبول کرنا

چوتھا حق یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی دعوت کو قبول کرے۔ اور اگر کوئی شرعی عذر نہ ہو تو دعوت کو رد نہ کرے کہ حدیثِ پاک میں اس کی وعید آئی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا: بُرا کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں آنے والے کو روکا جائے، اور انکار کرنے والے کو بلایا جائے اور جس نے دعوت کو قبول نہ کیا اس نے اللہ جَلَّ جَلالہٗ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

سلام کا جواب دینا

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو سلام کرنا سنت ہے اور اسی سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ اگر سلام کرنے والا کسی مجلس پر سلام کرتا ہے تو مجلس میں سے کسی ایک نے بھی جواب دے دیا تو کفایت کر جائے گا۔ جب بھی گھر میں داخل ہوں تو سلام کریں حتی کہ اگر کوئی نہیں بھی ہے تو تب بھی سلام کریں کہ نیک جنات اور فرشتے گھر میں ہوتے ہیں جو سلام کا جواب دیتے ہیں۔ حضرت ابن عمر جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو سلام کرتے چاہے گھر میں کوئی نہ بھی ہوتا۔ اگر کوئی شخص کسی کو کہتا ہے کہ فلاں شخص کو میرا اسلام کہنا، اب اس پہ لازم ہے کہ اِس کا سلام اُس تک پہنچائے، اور جس کو سلام پہنچایا گیا ہے جب وہ سُنے تو اب یہ جس کو سلام پہنچایا گیا ہے سلام کرنے والے پر اور سلام پہنچانے والے دونوں کو جواب دے گا کچھ اس طرح سے (وعلیکم السلام، وعلیہم السلام)!۔ یہ بات ذہن نشیں کریں کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو سلام کرتا ہے تو در حقیقت وہ اپنی طرف سے اسے امان دے رہا ہوتا ہے کہ تجھے اب مجھ سے کوئی خطرہ نہیں۔ تو سلام کرنے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی جان ومال کا ضامن بنے۔

چھینک کا جواب دینا

جب کسی مسلمان کو چھینک آئے تو اس کے لیے (الحمد للہ) کہنا سنت ہے۔اور اگر کوئی پاس بیٹھا ہوا ہے اور اس نے یہ سُنا کہ چھینکنے والے نے (الحمد للہ) کہا ہے تو اب اس پر واجب ہے کہ کہے (یرحمكَ الله)۔اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عورت کے جواب میں بھی ہم (یرحمكَ الله) ہی کہہ دیتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔عورت کے لیے مونث کی ضمیر لائی جائے گی، مثلاً (يَرحَمُكِ الله)۔البتہ بہتر اور آسان طریقہ یہ کہ (يَرحَمُكُمُ اللہُ) کہہ لیا جائے کہ یہ ہر ایک کو جامع ہے۔

مسلمان بھائی کا خیر خواہ رہے

ایک مسلمان کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کا خیر خواہ ہو بلا مطلب۔چاہے وہ موجود ہو یا نہ ہو۔اس کی موجودگی اور عدم موجودگی میں اس کے لیے بہتر سوچے۔ایسا نہ ہو کہ اس کے سامنے تو اس کا ہمدرد بنا رہے اور پیٹھ پیچھے اس کے بارے میں سازشیں کرتا رہے۔مسلم شریف کی حدیثِ پاک ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو وہ اسے بے یارومددگار چھوڑتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے۔

(حدیث نمبر 3)

جو والدین کو پائے اور جنت میں داخل نہ ہو سکے

عَن اَبِی ھُرَیرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ ،عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: رَغِمَ اَنفُہُ، رَغِمَ اَنفُہُ، رَغِمَ اَنفُہُ،قَالُوا:یَا رَسُولَ اللہِ مَن؟ قَالَ: مَن اَدرَکَ وَالِدَیہِ عِندَ الکِبرِ،اَو اَحَدَھُمَا،فَدَخَلَ النَّارَ۔

(ادب المفرد لاامام البخاری، رقم الحدیث 21)

ترجمہ۔حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو!اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو!اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو!صحابہ کرام نے عرض کی:یارسول اللہ ﷺ کس کی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اپنے دونوں والدین کو بوڑھا پائے یا ان میں سے ایک کو اور (ان کی خدمت نہ کرکے) جہنم میں جائے۔

تشریح۔والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم قرآن میں بھی دیا گیا۔حتیٰ کہ ان کو اُف تک کہنے سے بھی منع کیا گیا کہ کہیں اس لفظ سے بھی ان کی توہین نہ ہو جائے۔والدین کی نافرمانی یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کی سزا اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی دے دیتا ہے۔والدین کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو ایسی بات کا حکم دیں جو شریعت کے مخالف نہ ہو ورنہ ایسی صورت میں بات نہ ماننا لازم ہے۔علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا باپ عیسائی ہے اور وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو حکم دے کہ مجھے کلیسا تک چھوڑ آؤ تو اس صورت میں جائز

نہیں کہ اس کی بات مانی جائے۔ہاں اگر وہ یہ کہے کہ مجھے کلیسا سے گھر تک لے جاو تو اولاد کے لیے جائز بلکہ ضروری ہے کہ اسے گھر تک چھوڑ کے آئے،اس لیے کہ کلیسا عیسائیوں کی عبادت گاہ ہے جس میں وہ انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مجسمہ بنا کر لٹکایا ہوتا ہے جو کہ ہمارے اسلام کی نظر میں بالکل غلط کام اور ان کا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو نظریہ ہو وہ بھی سراسر غلط ہے۔بہر حال خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر بات ایسی ہے جو کسی حرام کو مستلزم ہو تو بات نہ ماننا لازم ہو گا۔اس کے علاوہ ہر صورت میں لازم ہے کہ والدین کا کہا مانا جائے۔کیونکہ والدین کی خدمت نفلی جہاد سے بہتر ہے۔

(حدیث نمبر4)

صلہ رحمی کرنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَن سَرَّهُ أَن يُّبسَطَ لَهُ فِي رِزقِهِ، وَأَن يُّنسَالَهُ فِي أَثَرِهِ، فَليَصِل رَحِمَ۔

(ادب المفرد لامام البخاری، رقم الحدیث56)

ترجمہ۔حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کی میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جس آدمی کو یہ بات خوش رکھتی ہے کہ اس کے رزق میں وسعت و فراوانی ہو اور اس کا پیچھا کرنے میں تاخیر کی جائے (یعنی موت دیر سے آئے) تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

تشریح۔ ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ رزق دیا جائے چاہے مال کی صورت میں ہو یا طعام کی۔ اور پھر دوسری تمنا جو کہ پہلی سے بھی بڑی ہے کہ موت جلدی نہ آئے کیونکہ انسان دنیا کی محبت میں اس قدر گم ہو جاتا ہے کہ وہ اس بات کو ناپسند جانتا ہے کہ جلد اس دنیا سے چلا جائے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی ان دونوں میں زیادتی والی خواہش کو صلہ رحمی کیساتھ متصل کر دیا تاکہ اس کے اپنے فائدے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی فائدہ حاصل ہو۔ اگر کوئی برا شخص ہے تو لوگ اس کے شر سے بچے رہیں۔

(حدیث نمبر 5)

خوشبو کا تحفہ رد نہ کریں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدُّهُ، فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمِلِ طَيِّبُ الرِّيحِ۔

(الصحیح المسلم، رقم الحدیث 5883)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو ریحان (خوشبودار پھول یا ٹہنی) دی جائے تو وہ اسے رد نہ کرے کیونکہ وہ اُٹھانے میں ہلکی اور خوشبو میں عمدہ ہے۔

تشریح۔ مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی کو تحفہ دینا مستحب عمل ہے۔حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ تم ایک دوسرے کو تحفے دیا کرہ کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔اور بالخصوص خوشبو کا تحفہ دینا یہ تو اور بھی اچھا ہے۔اس لیے کہ خوشبو استعمال کرنا یہ رسول اللہ ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے۔سنن ابی داوٗد کی ایک حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عطردان تھا جس سے آپ خوشبو لگایا کرتے تھے۔

(حدیث نمبر6)

تکبّر کی مذمت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ ،عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي قَدْ أَعْجَبَتْهُ جُمَّتُهُ وَبُرْدَاهُ إِذْ خُسِفَ بِهِ الْأَرْضُ فَهُوَيَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ۔

(مشکاۃ شریف،رقم الحدیث 4711)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:ایک دفعہ ایک آدمی دو چادروں کو پہنے ہوئے تکبر سے چل رہا تھا اور اس کے نفس نے اسے غرور میں ڈال رکھا تھا،اسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔

تشریح۔ تکبر ایک ایسی نحوست ہے جس نے ابلیس کو موذنِ ملائک سے شیطانِ مردود بنا دیا تھا۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے(اِنّہٗ لَا یُحِبُّ المُستَکبِرِینَ)بیشک وہ مغروروں کو پسند نہیں کرتا۔ اس میں عموم ہے چاہے وہ تکبر کرنے والا بندہِ مومن ہو یا کافر۔ ایک حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چیونٹیوں کی شکل میں اُٹھایا جائے گا اور لوگ ان کو روندیں گے۔ کیونکہ اللہ کے ہاں ان کی کوئی قدر نہیں ہو گی۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ عاجزی کو اختیار کرے اور اس کے حضور بندہِ عاجز بن کے رہے۔

(حدیث نمبر 7)

یتیم کی پرورش کرنے کی فضیلت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ: السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللہِ۔

(الصحیح البخاری، رقم الحدیث 6007)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیواؤں اور مسکینوں کے لیے (ان کی بہتری) کے لیے کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔

تشریح۔ ویسے تو ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کرنے کی فضیلت ہے لیکن ان لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی بہت فضیلت ہے جن کا اس دنیا میں کوئی سہارا نہیں ہوتا کہ ایسے لوگ مدد کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔ ایک اور حدیثِ پاک کا خلاصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تب تک اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔

(حدیث نمبر 8)

راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ،عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مُّسلِمٌ بِشَوكٍ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ: لَأُمِيطَنَّ هٰذَا الشَّوكَ، لَا يَضُرُّ رَجُلًا مُّسلِمًا، فَغُفِرَ لَهُ۔

(ادب المفرد للامام البخاری، رقم الحدیث 229)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان آدمی راستے میں کانٹے کے پاس سے گُزرا، اس نے (اپنے آپ) سے کہا: میں اس کانٹے کو راستے سے ضرور ہٹاؤں گا تاکہ یہ کسی مسلمان کو تکلیف نہ دے، تو اس کو بخش دیا گیا۔

تشریح۔ راستے سے گزرنے کے آداب میں سے یہ بھی ایک ادب ہے کہ راستے میں پڑی ہوئی ہر تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیا جائے تاکہ وہ کسی کی تکلیف کا باعث نہ بنے۔ اس کو حدیثِ صحیح میں ایمان کی شاخ بتایا گیا ہے۔

(حدیث نمبر 9)

ناپسندیدہ خواہش کرنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ،اَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: اِذَا تَمَنّٰى اَحَدُكُم فَلْيَنْظُرمَا يَتَمَنّٰى،فَاِنَّهُ لَايَدرِى مَا يُعطٰى۔

(ادب المفرد للامام البخاری 794)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص تمنا کرے تو اسے چاہیے کہ وہ دیکھ لے کہ وہ کیا تمنا کر رہا ہے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اسے کیا عطا کیا جائے گا۔

تشریح۔ انسان کو ہر ایسی چیز کی تمنا کرنے سے باز رہنا چاہیے جو غیر شرعی ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ قبولیت کا وقت ہو اور جس کی وہ تمنا کر رہا ہے وہ اسے مل جائے۔ مثلاً موت کی تمنا کرنا، یا کہے کہ اگر یوں نہ ہوا تو میں ہلاک ہو جاوں، وغیرہ وغیرہ۔ اور ایسا بھی نہیں کہ انسان جو تمنا کرتا جائے وہ اسے مل بھی جائے "ام للانسان ما تمنیٰ" کیا انسان کو مل جائے گا جس کی وہ تمنا کرتا ہے؟

(حدیث نمبر10)

مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ أَخِيهِ۔

(ادب المفرد للامام البخاری239)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن اپنے (مومن) بھائی کے لے آئینہ ہے۔

تشریح۔ جس طرح ایک آئینہ اپنے اندر دیکھنے والے انسان کو اس کے عیبوں ت مطّلع کرتا ہے اسی طرح ایک مومن اپنے مومن بھائی کے لیے بھی ایک آئینہ ہے کہ وہ اسے اس کے عیبوں پر مطلع کرتا ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو درست کر سکے اور یہی مومن کا کام ہے۔ ایسا نہیں کہ کسی میں کوئی عیب دیکھا تو بجائے اس کو بتانے کے پورے زمانے میں اس کی شہرت کردے اور لوگوں کے سامنے اسے ذلیل و خوار کردے۔ ماقبل میں گزر چکا ہے کہ مومن اپنے مومن بھائی کو ذلیل اور حقیر نہیں ہونے دیتا۔

(حدیث نمبر 11)

غصہ پی جانے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَۃِ وَلٰکِنَّ الشَّدِیْدَ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔

(مسند امام احمد بن حنبل: رقم الحدیث 7218)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہت بچھاڑنے والا طاقتور نہیں ہوتا اور پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے۔

تشریح۔ بیشک ہمارے ہاں بہادر اور دلیر اسی کو سمجھا جاتا ہے جو کسی کو اپنے مقابلے میں بچھاڑ دے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہادر وہ نہیں ہے کہ جو کسی کو چھاڑ دے بلکہ بہادر وہ ہے جو اپنے نفس کو غصے کے وقت قابو میں رکھے، اور یہ سب سے مشکل کام ہے کہ نفس کی مخالفت کی جائے۔ نفس کہتا کہ فلاں نے تجھے گالی دی تُو بھی اُس کو گالی دے۔ فلاں نے تجھے برا بھلا کہا تو بھی اُسے ویسا ہی کہہ۔ غصے میں کیے گئے کاموں میں اکثر پچھتاوا ہی ہوتا ہے۔ دیکھا جائے تو ہمارے معاشرے میں زیادہ طلاقیں ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ شوہر خود پہ قابو نہیں کرپاتا اور غصے میں آکر طلاق دے بیٹھتا ہے، اور جب ذرا ہوش و حواس میں آتا ہے تو پھر حیلے ڈھونڈتا ہے کہ کسی طرح رجوع ہو سکے۔ ہمارے اُستادِ محترم شیخ الحدیث

علامہ یوسف صاحب زید شرفہ فرمایا کرتے تھے کہ (شوہر (طلاق کے معاملے میں) سارے (شرعی حیلوں کے) دروازے بند کر کے ہمارے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی بھی طرح مسئلہ حل ہو جائے) تو اس لیے بہتر ہے کہ انسان پہلے سوچ سمجھے اور پھر بولے، غصے کے وقت خود کو قابو میں رکھے کہ شریعت میں اسی کو بہادر کہا گیا ہے۔

(حدیث نمبر 12)

رشتہ داری رحمٰن کی ایک شاخ ہے

وَعَنْ اَبِی هرَیرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ: اَلرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ، تَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، تَقُوْلُ: یَا رَبِّ قُطِعْتُ یَارَبِّ ظُلِمْتُ یَارَبِّ اُسِیءَ اِلَیَّ (زَادَ فِیْ رِوَایَةٍ قَالَ:) فَیُجِیْبُهَا الرَّبُّ اَمَا تَرْضِیْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكَ، وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ۔

(مسند امام احمد بن حنبل: رقم الحدیث 9871)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رشتہ داری رحمٰن (سے ملنے) کی ایک شاخ ہے۔ یہ قیامت کے دن آکر کہے گی: اے میرے رب مجھے کاٹ دیا گیا، اے میرے رب! مجھ پر ظلم کیا گیا، اے میرے رب! میرے ساتھ بُرا سلوک کیا گیا، پس اللہ تعالیٰ اس کو

جواب دے گا: کیا تو اس بات پر راضی ہو جائے گی کہ جس نے تجھے ملایا، میں بھی اُسے (اپنے ساتھ) ملا لوں اور جس نے تجھے کاٹا، میں بھی اس کو کاٹ (اپنے سے الگ کر) دوں۔

تشریح۔احادیثِ کثیرہ میں رسول اللہ ﷺ نے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا ہے۔ کہ اپنے رشتہ داروں سے اپنا تعلق جوڑ کے رکھو۔ایک اور حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ "صِل مَن قَطَعَکَ" تُو اُس کے ساتھ تعلق جوڑ جو (تجھ سے) اپنا تعلق توڑے۔حدیث میں جن رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے وہ دو طرح کے ہیں۔ 1 ذوی الارحام 2 ذوی القربٰی۔ذوی الارحام سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن سے نسبی رشتہ ہو اور ذوی القربٰی وہ رشتہ دار جن سے کسی بھی طریق سے تعلق ہو اور وہ قریب تر ہوں۔ بہر حال ان سے نیکی کرنے کا حکم ہے اگر وہ غریب ہیں تو مال کے زریعے سے اُن کی مدد کی جائے اور اگر وہ صاحبِ حیثیت ہیں تو اعلٰی اخلاق کے ساتھ اُن کے ساتھ پیش آئیں۔

(حدیث نمبر 13)

منافق کی علامتیں

وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ، اِذَاحَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔

(مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 8670)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب امانت دی جائے تو خیانت کرے۔

تشریح۔ مذکورہ حدیثِ پاک میں منافق کی نشانیاں بیان کی گئیں ہیں کہ جب بھی بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا۔لوگوں کو ہنسانے کی غرض سے یا کسی اور غرض سے۔ اور یہ کہ لوگ مجھے داد دیں گے اُنہیں جُھوٹے لطیفے سُنائے گا۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرّحمہ نے "اسباب الحدیث" میں ایک حدیثِ پاک نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہلاکت ہے اُس شخص کے لیے جو بات کرتا ہے اور لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے۔اس کے لیے ہلاکت ہے۔اس کے لیے ہلاکت ہے"۔لہذا اس حدیثِ پاک سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو سارا دن اور رات دوستوں میں بیٹھے جھوٹے جھوٹے لطائف گھڑ کر دوستوں کو ہنساتے اور ان سے داد لیتے ہیں۔ جھوٹ بولنے والے پر اللہ تعالیٰ نے خود لعنت فرمائی ہے۔تو ذرا تصور کریں کہ کس قدر یہ سنگین جرم ہے،یونہی تو نہیں اسے منافق کی علامت بتایا گیا۔ دوسری علامت یہ بتائی گئی کہ جب یہ وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا نہیں کرتا۔ دیکھا جائے تو یہ بھی ایک قسم کا جھوٹ ہی ہے۔ کسی کے ساتھ وعدہ کرلینا اور پھر اس کی پاسداری نہ کرنا،اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:"اپنے وعدوں کو پورا کرو کہ وعدوں کے بارے میں پوچھا جائے گا"۔ تیسری علامت یہ کہ جب اسے کوئی امانت دی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔ خیانت سے مراد صرف مال کی ہی خیانت نہیں ہے

بلکہ اگر اس سے کوئی شخص اپنی بات بیان کرتا ہے جو باقی لوگوں میں کرنے کی نہیں ہوتی تو یہ اس بات کو لوگوں میں عام کر دیتا ہے، یہ بھی خیانت کی ہی ایک صورت ہے۔

(حدیث نمبر14)

خادم سے اچھا برتاو کرنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ قَدْ وَلِيَ حَرَّهُ وَمَشَقَّتَهُ وَمُؤْنَتَهُ فَلْيُجْلِسْهُ مَعَهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُنَاوِلْهُ أُكْلَةً فِي يَدِهِ۔

(السلسلۃ الصحیحہ لامام البخاری، رقم الحدیث 15)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تمہارا خادم تمہارے پاس کھانا لائے جس کی گرمی، مشقت اور تکلیف اس نے برداشت کی، تو تم اسے اپنے ساتھ بٹھاؤ، اگر وہ انکار کرے تو اس کے ہاتھ میں ایک لقمہ ہی پکڑا دو۔

تشریح۔ رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کے ہر درجہ کے لوگوں کے حقوق بتائے یہاں تک کہ وہ غلام جن کی قبل اسلام کوئی عزت و توقیر نہ تھی، جن کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے اُنہیں بھی عزت سے نوازا۔ حتیٰ کہ وہ بلال جنہیں امیہ بن خلف جیسے شریر لوگ ہمہ وقت اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بناتے تھے، ٹھیک دوپہر کے وقت جب دھوپ تیز ہو جاتی اور پتھر آگ کی طرح تپنے لگتا تو غلاموں کو حکم دیتا کہ

بلال کو تپتے ہوئے پتھروں پر لِٹا کر سینے پر ایک بھاری پتھر رکھ دو تاکہ حرکت نہ کرسکے۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ کی نگاہِ کرم متوجہ ہوئی اور بلال کو عزت اور اعلیٰ مقام و مرتبہ دینا چاہا تو امیہ کے جال سے نکال کر کعبہ کی چھت پر لا کھڑا کیا۔ تاکہ دنیا دیکھے کہ اس در کی غلامی دنیا کی آزادی سے کئی درجے بہتر ہے

(حدیث نمبر 15)

اُلٹا لیٹنے کا بیان

عَن أَبِي هُرَيرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَى رَسُولَ اللهِ ﷺ رَجُلًا مُضْطَجِعًا عَلَى بَطْنِهِ فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ ضِجْعَةٌ لَا يُحِبُّهَا اللهُ۔

(مشکاۃ شریف، رقم الحدیث 4718)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو اپنے پیٹ کے بل لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا اس لیٹنے کو اللہ ناپسند فرماتا ہے۔

تشریح۔ حضرت سیدنا ابوذر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اُلٹا لیٹا ہوا پایا تو پاؤں سے ہلا کر فرمایا: اِنّما ھٰذِہٖ ضِجعَۃُ اَھلِ النّارِ (یہ انداز دوزخیوں کا ہے)۔ اُلٹا لیٹنا صورتًا بھی قبیح ہے اور طبی لحاظ سے بھی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ مُلا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح میں بیان کیا ہے کہ اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ کے علاوہ عام حالات میں سینہ اور چہرہ جو کہ اشرف الاعضاء ہیں ان کو زمین پر رکھنا گویا ان کی

تذلیل کرنا ہے یا (اس صورت میں لیٹنے سے) بد فعلی کرنے سے مشابہت ہوتی ہے جو کہ مذموم اور ناپسندیدہ ہے۔

(حدیث نمبر16)

مجلس کا بیان

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ قَامَ مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ۔

(مشکاۃ شریف، رقم الحدیث 4697)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی جگہ سے اُٹھے اور پھر وہیں واپس آجائے تو اس جگہ کا وہی زیادہ حق دار ہے۔

تشریح۔ مجلس کے آداب میں سے یہ بھی ایک ادب ہے کہ جو شخص پہلے آکر کسی جگہ پر بیٹھ چکا ہے تو اب اُسے اُس جگہ سے اُٹھایا نہ جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ایک شخص کسی کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر خود اس کی جگہ پر بیٹھ جائے (اس لیے) دوسروں کے لیے (مجلس) کو کشادہ کر دو، اور اگر وہ کچھ دیر کے لیے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہیں چلا بھی جاتا ہے تو واپس آنے پر وہی اُس جگہ کا زیادہ حق دار ہے، ہاں! اگر یہ معلوم ہے کہ اب واپس نہ آئے گا تو اُس جگہ پر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ یا پھر وہ

خود اجازت دے دیتا ہے بیٹھنے کی، اس کے علاوہ اگر کوئی شرعی عُذر ہے تب بھی اُسے وہاں سے اُٹھایا جاسکتا ہے۔

(حدیث نمبر 17)

رِقّیتِ قلب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا شَكَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَسْوَةَ قَلْبِهِ فَقَالَ لَهُ: إِنْ أَرَدْتَّ تَلْيِينَ قَلْبِكَ فَأَطْعِمِ الْمِسْكِينَ وَامْسَحْ رَأْسَ الْيَتِيمِ۔

(السلسۃ الصحیحہ لامام البخاری، رقم الحدیث 281)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ بیشک ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں دل کے سخت ہونے کی شکایت کی۔ پس آپ ﷺ نے اُسے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے تو مسکین کو کھانا کِھلاؤ اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو۔

تشریح۔ سورہ بلد میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "بغیر سوچے سمجھے کیوں نہ گھاٹی میں اُتر پڑا۔ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی بندے کی گردن چھڑانا، یا بھوک کے دن میں کھانا دینا۔ رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین مسکین کو" حضرت سیدنا جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مغفرت لازم کر دینے والی چیزوں میں سے بھوکے مسلمان کو کھانا کھلا دینا ہے۔ اور یتیم کی کفالت کے متعلق ایک

اور حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ "مسلمانوں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ احسان (اچھا سلوک) کیا جائے، اور مسلمانوں میں بُرا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جائے"۔ مطلقاً یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے افضل یہ کہ اپنے کسی رشتہ دار یتیم کے ساتھ احسان کیا جائے۔ اور اس کا سہارا بنا جائے جس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی اور نہ ہو۔ اور اسی طرح مسکین بھی ہے۔

(حدیث نمبر18)

نعمتوں کا شکر ادا کرنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ۔

(السلسلۃ الصحیحہ لامام البخاری، رقم الحدیث350)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے روایت کرتے ہیں، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کھانا کھا کر شکر کرنے والا صبر کرنے والے روزے دار کی طرح ہے۔

تشریح۔ بیشک نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہر ایک پر واجب ہے اگرچہ انسان کے بس میں نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا شمار کر سکے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے کہ "اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو اُنہیں شمار نہ کر سکو گے"۔ اس کے باوجود جتنا ممکن ہو سکے اس کا شکر بجالانا چاہیے۔ امام

غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔" کھائی جانے والی چیزوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ نے اتنے عجائبات رکھے ہیں کہ اُنہیں شمار ہی نہیں کیا جاسکتا۔ مذکورہ حدیث پاک میں اللہ کا شکر ادا کرنے کی فضیلت بیان ہوئی۔ جس میں اللہ کا شکر ادا کرنے والے کو اتنی مشقتیں اور بھوک برداشت کرنے والے روزہ دار کی مثل قرار دیا گیا کہ جس طرح وہ صبر کرکے اپنے اجر کو پالیتا ہے اسی طرح جب بندہ اپنے خالق کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ اس کی قدر فرماتا ہے اور اس شکر ادا کرنے کی وجہ سے اس کے مال میں اور برکتیں عطاء فرماتا ہے۔ اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور روٹی کا ایک ٹکڑا گرا ہوا دیکھا تو اُسے (اُٹھا کر) صاف کیا اور ارشاد فرمایا: اے عائشہ! اللہ کی نعمتوں کا احترام کیا کرو اس لیے کہ جب یہ کسی اہلِ خانہ سے روٹھ کر چلی جاتی ہے تو دوبارہ لوٹ کر نہیں آتی۔

(حدیث نمبر19)

پیارے رسول کی پیاری نصیحتیں

عَن أَبِي هُرَيرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ ، عَن رَّسُولِ اللهِ ﷺ، أَنَّه قَالَ : آمُرُكُم بِثَلَاث، وَأَنهَاكُم عَن ثَلَاث، آمُرُكُم : أَن تَعبُدُوا اللهَ ، وَلَا تُشرِكُوا بِهِ شَيئًا ، وَتَعتَصِمُوا بِحَبلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تفَرقُوا ، وتُطِيعُوا لِمَن وَّلَّاهُ اللهُ عَلَيكُم أَمركُم ، وأَنهَاكُم عَن : قِيلَ وَقالَ ، وَكَثرَةِ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةِ الْمَالِ۔

(السلسۃ الصحیحہ لامام البخاری، رقم الحدیث 206)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں تین باتوں کا حکم دیتا ہوں اور تین باتوں سے روکتا ہوں، میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اللہ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ بازی میں نہ پڑو۔ اور جس شخص کو اللہ نے تمہارے معاملات کا نگران بنایا ہے اس کی اطاعت کرو، اور میں تمہیں فضول گفتگو، کثرتِ سوال اور مال ضائع کرنے سے روکتا ہوں۔

تشریح۔ اس حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے تین چیزوں کا حکم دیا ہے جبکہ تین چیزوں سے باز رہنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ پہلا حکم یہ کہ (اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھراؤ) انسان کی تخلیق کا پہلا اور آخری مقصد یہی ہے کہ وہ اپنے خالق کی عبادت کرے جس نے اُسے پیدا فرمایا۔ جیسا کہ سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔ "اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ"۔ دوسرا حکم یہ دیا کہ (اللہ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ بازی میں نہ پڑو) یہ حکم قرآن کی اس آیت کا ترجمہ ہی ہے۔ "وَاعتَصِمُوا بِحَبلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا" معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے نکلا ہوا کلام قرآن ہی ہے۔ تیسرا حکم یہ کہ (اور جس شخص کو اللہ نے تمہارے معاملات کا نگران بنایا ہے اس کی اطاعت کرو) یعنی اپنے امیر کی اطاعت کرو جب تک وہ حق پر ہو اور اگر وہ حق سے دُور ہوتا نظر آئے تو لازم ہے کہ اس کے حکم کو ٹالا جائے۔ آج کل کے جتنے بھی حکمران ہیں ان کا حکم سر آنکھوں پہ فقط تب تک ہے جب تک یہ اللہ اور اس کے رسول کی باتیں کریں گے لیکن اگر یہ اسلام کے خلاف بات کریں اور رسول اللہ ﷺ کی ناموس پر ڈاکہ ڈالیں تو پھر ان کی

بیعت (اطاعت) توڑنا واجب ہے۔ وہ کام جن سے روکا گیا۔ پہلے نمبر پہ یہ کہ (فضول گفتگو سے باز رہو) اس لیے کہ انسان جب زیادہ بولتا ہے تو لامحالہ اس سے کوئی نہ کوئی خلافِ شرع بات سرزد ہو ہی جاتی ہے اسی لیے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" جو شخص مجھے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) اور اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان والی چیز (شرمگاہ) کی حفاظت کی ضمانت دے گا میں اُسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں"۔ دوسری نہی یہ کہ (کثرتِ سوال سے بچو) حدیثِ آخر کا مفہوم ہے کہ کثرتِ سوال سے بچو کہ پہلی اُمتیں اسی وجہ سے ہلاک ہو گئیں اس لیے کہ وہ اپنے نبی سے بکثرت (لایعنی) سوال کیا کرتے تھے۔ تیسری نہی یہ کہ (مال ضائع نہ کرو) مال کے زریعے سے بھی اللہ کا قُرب حاصل کیا جاتا ہے اس لیے شیطان مال کو ضائع کرنے پر اُبھارتا ہے تاکہ بندہ کسی بھی طریقے سے خدا سے دُور ہو سکے، اس لیے مال کا مصرف دیکھا کریں کہ ہم کہاں خرچ کر رہے ہیں۔

(حدیث نمبر20)

شہوات اور مکارمِ اخلاق

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ۔

(مشکاۃ المصابیح، رقم الحدیث5160)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہنم کو شہوات کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا اور جنت کو ناگوار چیزوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔

تشریح۔ شہوات سے مراد ہر وہ چیز جس کی نفس خواہش کرے۔یعنی جب انسان نفس کے تابع ہو کر بُرائی کے راستے کو اختیار کرتا ہے تو درحقیقت وہ جہنم کے راستے کو اختیار کر رہا ہوتا ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کو شہوات کے ساتھ ڈھانپا گیا ہے یعنی بندہ گناہ کرتا رہتا ہے اور خود کو جہنم کے راستے کی طرف لے جاتا ہے۔ آگے ارشاد فرمایا: جنت کو ناگوار چیزوں کے ساتھ ڈھانپا گیا ہے۔ ہر وہ چیز جو نفس کے مخالف ہو اُسے کرنا انسان کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے۔ میرے اُستادِ محترم شیخ الحدیث علامہ یوسف صاحب زید شرفہ جب یہ حدیث پاک بیان کرتے تو فرماتے "سردیوں میں گرم بستر چھوڑ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا یہ کوئی آسان کام تو نہیں۔(ان العطایا علی قدر البلایا) انعام بقدرِ مشقت کے ہوتا ہے سو جتنی مشقت زیادہ ہوگی اُتنا ہی بڑا انعام ہوگا"۔

(حدیث نمبر 21)

گالم گلوچ کی مذمت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئِ مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ۔

(الصحیح المسلم، رقم الحدیث 6591)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہنے والے جو کچھ بھی کہتے ہیں، اس کا وبال پہل کرنے والے پر ہے جب تک مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے۔

تشریح۔ گالی دینا بہت بُرا عمل ہے بالخصوص کسی مسلمان کو۔ حدیث کی روشنی میں اسے منافق کی علامت بتایا گیا ہے کہ جب بھی بات کرتا ہے تو گالی دیتا ہے۔ اور جو گالم گلوچ میں پہل کرتا ہے تو دوسرے کا وبال بھی پہلے پر ہوتا ہے، اس لیے کہ جھگڑے کی ابتداء اس پہلے سے ہوئی ہے جب تک کہ دوسرا شخص شرعی حدوں کو پامال نہ کرے۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ دوسرا شخص پہلے سے زیادہ گالی بکنے لگے۔ وگرنہ دونوں پر وبال ہوگا۔

حدیث نمبر 22

احتراماً کسی کے لیے کھڑا ہونا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَجْلِسُ مَعَنَا فِي الْمَسْجِدِ يُحَدِّثُنَا فَإِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتَّى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوتِ أَزْوَاجِهِ۔

(مشکاۃ شریف، رقم الحدیث 4705)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ مسجد میں تشریف رکھتے اور ہمارے ساتھ گفتگو فرمایا کرتے تھے پس جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو ہم دیر تک کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم آپ ﷺ کو دیکھتے کہ آپ ﷺ اپنی کسی زوجہ محترمہ کے گھر داخل ہو گئے۔

تشریح۔اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ آیا کسی کے لیے احتراما کھڑے ہو سکتے ہیں یا نہیں۔تو اس کے جواز اور عدمِ جواز دونوں پر احادیث موجود ہیں۔علامہ عینی حنفی علیہ الرحمہ نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ قیام کی چار قسمیں ہیں۔ ممنوع، مکروہ، جائز اور مستحسن

ممنوع۔جو شخص تکبر کی بنا پر اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے یہ پسند کرتا ہو کہ جب وہ آئے تو لوگ اُس کے لیے کھڑے ہو جائیں، ناجائز ہے۔

مکروہ۔جس شخص کے دل میں تکبر نہ ہو اور نہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے چاہے کہ اس کے لیے لوگ کھڑے ہوں، لیکن کھڑا ہونے والا یہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ کھڑا نہیں ہوا تو کچھ نقصان ہو سکتا ہے۔مکروہ (ناپسندیدہ) ہے۔

جائز۔نیکی اور اعزاز و اکرام کی غرض سے کسی کے لیے کھڑا ہونا جبکہ اُس کی طرف سے کھڑے ہونے کی خواہش نہیں۔یہ جائز ہے۔

مستحسن۔کوئی سفر سے واپس آیا تو خوشی کی وجہ سے سلام و مصافحہ کے لیے کھڑے ہو جانا یا کسی کے ہاتھ میں کوئی نعمت آئی تو اس کو مبارکباد دینے کے لیے کھڑے ہونا یا کوئی مصیبت آن پڑی تو تسلی و دلاسہ دینے کے لیے کھڑے ہو جانا۔ مستحسن (اچھا) ہے۔

خلاصہِ کلام یہ نکلا کہ اگر خوش آمد کی وجہ سے نہ ہو تو حرج نہیں۔

(حدیث نمبر 23)

محبت بڑھانے کا نسخہ

عَن اَبِی هُرَيرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: زُرغِبًّا تَزدَد حُبًّا۔

ترجمہ۔حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:وقفہ کرکے ملو محبت بڑھے گی۔

(اسباب ورود الحدیث للسیوطی، باب الادب 153)

تشریح۔ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہ! تُو گزشتہ شام کہاں تھا؟ آپ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اپنے اہلِ خانہ سے ملنے گیا تھا۔تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وقفہ کرکے ملو محبت بڑھے گی"۔واقعی میں جو چیز انتظار کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اُس کا لطف ہی کچھ

اور ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ "الانتظار اشد من الموت" انتظار موت سے بھی سخت ہے۔ جوں جوں انتظار بڑھتا ہے اس چیز کی خواہش اور محبت بھی ساتھ ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے۔

(حدیث نمبر 24)

بد گمانی سے بچو

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ۔

(الصحیح البخاری، رقم الحدیث 6066)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ سے مروی کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بد گمانی سے بچو، پس بیشک بد گمانی سب سے جھوٹی بات (ثابت ہوتی) ہے۔

تشریح۔ مومن کے لیے مناسب نہیں کہ اپنے مومن بھائی کے بارے میں غلط سوچے، یونہی اندازے لگاتا رہے کہ فلاں ایسا ہے، فلاں ایسا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ظنوا بالمومنین خیرا" مومن کے بارے میں اچھا سوچو۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گھر میں یا باقی باہر کے کسی معاملات میں اگر کوئی کام خراب ہو جائے تو ہمارا ذہن صرف ایک جانب ہی جاتا ہے اور اسی کو ہم اپنے دل و دماغ میں پکا کر لیتے ہیں ۔ جبکہ معاملہ منکشف ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت کچھ اور تھی۔ تو پھر اپنے سوچ پر پچھتاوا بھی ہوتا ہے اور اس مُلزم کے سامنے الگ ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی لیے اگر کسی شخص کے بارے

میں آپ کو کوئی بدظن کرتا بھی ہے تو آپ کو چاہیے کہ پہلے خود تحقیق کرلیں تا کہ واضح ہو جائے۔ یونہی اپنے دل میں کسی کے لیے نفرت نہ بھرتے رہیں۔

حدیث نمبر 25

فضول اور لایعنی باتوں سے گریز

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ۔

(سنن ترمذی، رقم الحدیث 2317)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی اور فضول باتوں کو چھوڑ دے۔

تشریح۔ امام بخاری نے اپنی کتاب "الادب المفرد" میں سیدنا ابوہریرہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میری اُمت کے بُرے اور شریر لوگ وہ ہیں جو بہت زیادہ بولنے والے، باچھیں پھاڑ کر گفتگو کرنے والے اور منہ بھر بھر کر بولنے والے ہیں"۔ لایعنی، سے مراد ایسی باتیں جن کا کوئی مطلب ہی نہ ہو۔ جس سے کسی کو کوئی نفع حاصل نہ ہو رہا ہو۔ ایسے کلام سے بہتر ہے کہ خاموش رہا جائے تا کہ آدمی کا وقار سلامت رہے۔

(حدیث نمبر26)

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت

(عَن)أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَشْرَبَنَّ أَحَدٌ مِنْکُمْ قَائِمًا۔

(الصحیح المسلم، رقم الحدیث5279)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ (سے مروی ہے) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہرگز تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر پانی نہ پیئے۔

تشریح۔ اس حدیثِ پاک میں کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت آئی ہے، درحقیقت اس مسئلہ میں احادیث مختلف ہیں۔ ممانعت پر بھی احادیث ہیں اور جواز پر بھی احادیث موجود ہیں۔ بعض صحابہ کرام سے یہ مروی ہے کہ وہ کھڑے ہو کر پانی پی لیا کرتے تھے۔ تو علماء نے اس مسئلہ میں تحقیق یہ بیان کی ہے کہ کھڑے ہو کر بلا ضرورت کے پانی پینا مکروہ (تنزیہی) ہے اور اگر ضرورت کی بنا پر پی لیا جائے تو حرج نہیں۔ لیکن دونوں صورتوں میں بہتر یہی ہے کہ پانی بیٹھ کر ہی پیا جائے۔ اس کے علاوہ جو آبِ زمزم یا وضو کا بچا ہوا پانی ہے تو وہ کھڑے ہو کر پینا ہی مستحب ہے۔

(حدیث نمبر 27)

اپنے سے کمتر کی طرف دیکھو

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ ، فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ۔

(الصحیح البخاری، رقم الحدیث 6490)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو مال اور شکل وصورت میں اس سے بڑھ کر ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ایسے شخص کی طرف دیکھے جو اُس سے کمتر ہے۔

تشریح۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ ارشاد فرمایا:۔"انسان بہت ناشکرا ہے"اس لیے کہ یہ چیز انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ ہمیشہ تمنا ہی کرتا رہتا ہے کبھی کسی چیز کی تو کبھی کسی چیز کی۔ اپنی اوقات سے نکل کر جب اپنے سے اعلیٰ حیثیت والے کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے اعراض کرکے اپنے مال میں کثرت کی طلب کرتا ہے کہ کسی بھی طرح میں بھی اُس فلاں کی طرح مالدار بن جاؤں۔ پس اس احساسِ کمتری میں مبتلاء ہو کر اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے اور عتاب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ تو اس کا بہترین حل وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسی صورت میں

اپنے سے کمتر کی طرف دیکھا کرو۔ اللہ کا شکر ادا کیا کرو کہ یااللہ اُس سے تو زیادہ ہی نوازا ہے مجھے۔ اگر ہم اللہ کے دیے ہوئے پر اس کا شکر ادا کریں گے تو وہ خود بخود نوازتا جائے گا کبھی مال کی کمی محسوس نہیں ہونے دے گا،اس لیے کہ اس نے وعدہ کیا ہوا ہے۔"لئن شکرتم لازیدنکم" اگر تم شکر ادا کروگے تو میں تمہیں اور دوں گا۔

حدیث نمبر28

انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ الِاثْنَيْنِ صَدَقَةٌ ، وَيُعِينُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ ، وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ ، وَيُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ۔

(الصحیح البخاری،رقم الحدیث2989)

ترجمہ۔حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہوتاہے۔ہر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔(پھر)اگر وہ دو (آدمیوں)کے درمیان انصاف کرے تو یہ بھی ایک صدقہ ہے اور اگر کسی کی سواری کے معاملے میں مدد

کرے(یوں کہ) اسے سواری پر سوار کرائے یا اس کا سامان اُٹھا کر (سواری پر)رکھ دے تو یہ بھی ایک صدقہ ہے اور اچھی بات (کہنا) بھی ایک صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کے لیے اُٹھتا ہے یہ بھی ایک صدقہ ہے اور اگر کوئی راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیتا ہے تو یہ بھی ایک صدقہ ہے۔

تشریح۔ جسم کے اعضاء کی سلامتی پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔جب انسان اپنے صحیح سلامت اعضاء کے ساتھ بیدار ہوتا ہے تو اس کے ایک ایک عضو کا صدقہ ادا کرنا اُس پر واجب ہوتا ہے،اور صدقہ سے مراد صرف مالی صدقہ نہیں ہے بلکہ ہر وہ نیک کام جس میں کسی مسلمان کا بھلا ہو وہ شرعی اعتبار سے صدقہ ہی ہے۔اس کی بہت سی صورتیں ہیں۔مثلاً،کسی کو پانی پلانا،راہ دکھانا،منزل کے قریب کر دینا،مسکین کو کھانا کھلانا،یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر دینا،کسی کو سہارا دینا،بیمار کا حال پوچھ لینا،کسی کو مُسکرا کر مل لینا، وغیرہم۔

(حدیث نمبر29)

چہرے پر مارنے کی ممانعت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ،عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ۔

(الصحیح البخاری،رقم الحدیث2559)

ترجمہ۔حضرت سیدنا ابوہریرہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی جھگڑے تو چہرے پر مارنے سے بچے۔

تشریح۔علمائے کرام اسے گناہِ کبیرہ میں شمار کرتے ہیں اس لیے کہ چہرہ انسان کے باقی اعضاء پر فضیلت رکھتاہے اور انسان کو جتنی جسمانی نعمتوں سے نوازا گیاہے ان میں سے اکثر کا تعلق چہرے کے ساتھ ہی ہے ۔حواسِ خمسہ ،یعنی دیکھنا،سننا،سونگھنا،چکھنا اور چھونا(اس کا تعلق پورے بدن کے ساتھ ہے) یہ سب چہرے میں پائے جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سجدے میں سر رکھنے کا حکم دیا تاکہ اپنی سب سے اعلیٰ چیز کو زمین پر رکھ کر انتہائی عاجزانہ انداز سے کہے،پاک ہے میرا رب وہی بلند وبالا ہے۔

دوسری وجہِ ممانعت یہ کہ چہرے کا عیب سب سے بُرا دکھائی دیتا ہے کیونکہ وہ بالکل واضح نظر آتا ہے،انسان اگر کسی کے چہرے پر مارتا ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے چہرے میں بگاڑ پیدا ہو جائے۔اس لیے احتیاط کرنی چاہیے ایسے کاموں سے۔

نوٹ۔ اس حکم میں انسان اور جانور سب شامل ہیں کسی کے بھی چہرے پر مارنا جائز نہیں۔

(حدیث نمبر30)

انسانی اعضاء کا زنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الِاسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا وَالْقَلْبُ يَهْوَى وَيَتَمَنَّى وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ۔

(الصحیح المسلم، رقم الحدیث6754)

ترجمہ۔حضرت سیدنا ابوہریرہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابنِ آدم کے متعلق زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا گیا ہے،وہ لا محالہ اس کو حاصل کرنے والا ہے، پس دونوں آنکھیں، تو ان کا زنا دیکھنا ہے اور دونوں کان، ان کا زنا سننا ہے اور زبان، اس کا زنا (غیر شرعی) بات کرنا ہے اور ہاتھ، اس کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں، اس کا زنا چلنا ہے اور دل تمنا رکھتا ہے اور خواہش رکھتا ہے اور شرمگاہ ان باتوں کی (کبھی تو) تصدیق کرتی ہے اور (کبھی) اس کی تکذیب کرتی ہے۔

تشریح۔ مذکورہ حدیث پاک میں انسان کے تقریباً ہر عضو کا زنا بیان کیا گیا ہے، یہاں زنا سے مراد ہر غیر شرعی امور ہیں جو ہمارے اعضاء کرتے ہیں۔ آنکھوں کا زنا یہ ہے کہ انسان کسی ایسی چیز کی طرف نظر کو جمائے رکھے جس کی طرف دیکھنا حرام ہے جیسا کہ شہوت کے ساتھ کسی کی طرف دیکھنا۔عام ہے عورت

ہو یا مرد۔علامہ ابنِ جوزی نے حضرت معروف کرخی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں "اپنی نگاہوں کی حفاظت کرو اگرچہ مادہ بکری سے ہی کیوں نہ ہو"۔

کان کا زنا،اس سے مراد کہ کسی ایسی غیر شرعی آواز کو کان لگا کر سننا کہ جو گناہ کا سبب بنے،جیسا کہ موسیقی یا گانا سننا،رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شیطان نے سب سے پہلے نوحہ کیا اور گانا گایا۔ زبان کا زنا۔تقریباًاس پر بحث ہو چکی ہے ماقبل میں۔اس لیے یہاں انتہائی مختصر انداز میں یہ تشریح ہو گی کہ زبان کے زنا سے مراد کسی کو گالی دینا،یا کسی مسلمان پر لعن طعن کرنا(زبان کے ساتھ) یا زبان(گوشت کے لوتھڑے) کے ساتھ کس حرام چیز کو چکھنا جیسے مردار کا گوشت یا شراب۔الغرض ہر وہ چیز جس کی شریعت میں ممانعت آئی ہو۔

ہاتھ کا زنا۔اس سے مراد کسی حرام کردہ چیز کو ہاتھ لگانا یا پکڑ لینا۔جیسا کہ مرد کا غیر محرم عورت کو چُھونا(شہوت کے ساتھ) ،یا عورت کا غیر محرم مرد کو چُھونا(شہوت کے ساتھ)۔

پاؤں کا زنا۔اس سے مراد پاؤں کے ساتھ چل کر کسی گناہ کی طرف مائل ہونا مثلاً کوئی شخص کسی کو(ناحق) مارنے کے لیے چل کر جاتا ہے تو ان قدموں کا چلنا ہی زنا ہے۔پھر اس کے بعد فرمایا کہ دل تمنا کرتا ہے تو شرمگاہ کبھی تو اس کی تصدیق کرتی ہے اور کبھی تکذیب کرتی ہے۔یعنی انسان دل کی تمنا کو پورا کرنے کے لیے کبھی تو گناہ کر لیتا ہے اور کبھی نہیں بھی کرتا۔اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھے۔آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

حدیث نمبر 31

اولاد کے ساتھ دل لگی کرنا

عَن اِبِی هُرَيرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللہِ ﷺ يُدلِعُ لِسَانَهُ لِلحُسَينِ، فَيَرَى الصّبِيُّ حُمرَةَ لِسانِہِ، فَيَہَشُّ اِلَيہِ۔

(صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث 5596)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (سیدنا امام) حسین کو اپنی زبان باہر نکال کر دکھاتے تھے وہ بچہ (امام حسین) جب آپ ﷺ کی زبان کی سرخی دیکھتا تو خوش ہو جاتا۔

تشریح۔ والدین کی ذمہ داریوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ اپنا قلبی ربط اور موانست قائم رکھنے کے لیے اولاد کو مخصوص وقت مہیا کریں۔ جس میں وہ اپنی اولاد کے ساتھ دل لگی اور مزاح وغیرہ کر سکیں تاکہ تھوڑا سا وقت باپ اور بیٹے، ماں اور بیٹی کے رشتے کو اور مضبوط بنا سکے۔

یہ رسول اللہ ﷺ کی

سنتِ مبارکہ ہے کہ آپ ﷺ بچوں کیساتھ مزاح اور شفقت فرمایا کرتے تھے۔

حدیث نمبر32

اولاد کا والدین کے لیے دعا کرنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرفُوعًا: إِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ أَنَّى لِي هَذَا فَيُقَالُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ۔

(السلسۃ الصحیحہ لامام البخاری، رقم الحدیث 69)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مرفوعًا روایت ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا) جنت میں آدمی کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: یہ (مجھے) کہاں سے (کس طرح) مل گیا؟ کہا جاتا ہے کہ تیرے بیٹے کے تمہارے لیے بخشش طلب کرنے کی وجہ سے۔

تشریح۔ جس طرح والدین کی دعا اپنی اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہے اسی طرح اولاد کی دعا بھی اپنے والدین کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ اسی لیے یہ معمول بنانا چاہیے کہ ہر روز اپنے والدین کے لیے دعا مانگیں۔ اگر وہ زندہ ہیں تو ان کی صحتیابی اور خوشیوں کی دعا کرنی چاہیے اور اگر وصال کر گئے ہوں تو ان کی مغفرت کی دعا کرنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ماں باپ سے بے پروائی برتنا خدا کی ناشکری ہے اس لیے والدین کے احسانات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے لیے دعائے خیر کرتے رہیں۔ اگر کسی کے والدین ناراضگی کی حالت میں انتقال کر گئے ہوں تو اسے چاہیے کہ والدین کی قبر پر جائے اور جا

کر معافی طلب کرے اللہ تعالیٰ سے اِستغفار کرے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی اللہ کا بندہ زندگی میں ماں باپ کا نافرمان رہا اور والدین میں سے کسی ایک کا یا دونوں کا اسی حال میں انتقال ہو گیا تو اب اس کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے لیے برابر دعا کرتا رہے اور خدا سے اُن کی بخشش کی دعا کرتا رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے نیک لوگوں میں لکھ دے۔

حدیث نمبر 33

صبر پر اجر

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ یُشَاکُ بِشَوْکَۃٍ فِی الدُّنْیَا یَحْتَسِبُھَا اِلَّا قُصَّ بِھَا مِنْ خَطَایَاہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

(مسند امام احمد بن حنبل: رقم الحدیث 9208)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس مومن کو دنیا میں کوئی کانٹا چبھتا ہے اور وہ ثواب کی نیت سے صبر کرتا ہے تو اس وجہ سے قیامت کے دن اس کی خطائیں کم کی جائیں گی۔

(مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 9359)

تشریح۔ ایک دوسری حدیثِ پاک کا مفہوم ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں خیر ہی خیر ہے۔ اگر اسے آسودہ حالی (خوش حالی) ملتی ہے اور اس پر وہ شکر

ادا کرتا ہے تو یہ شکر کرنا اس کے لیے باعثِ خیر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی تنگی لاحق ہوتی ہے اور اس پر وہ صبر کرتا ہے تو یہ صبر کرنا بھی اس کے لیے باعثِ خیر ہے۔ حدیثِ ابی ہریرہ میں ایک ادنیٰ سی چیز کا نام لیا گیا ہے کہ اگر کانٹا بھی چبھ جائے۔ تو اس پر صبر کرنے پر (گناہوں کے مٹنے کی صورت میں) اجر ملتا ہے تو اندازہ لگائیں جو اللہ کی راہ میں شہید ہوا ہو گا یا جس نے خود کو رسول اللہ ﷺ کی ناموس پر قربان کیا ہو گا اس کا کیا مقام ہو گا، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُس کے تمام گناہوں کو معاف فرما کر جنت میں اعلیٰ درجے سے نوازے گا۔ تو انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں پر اس کی ناشکری نہ کرے بلکہ صبر کرکے خود کو اجرِ عظیم کا مستحق ٹھرائے۔

(حدیث نمبر34)

خوشخبری سُنانا

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كُنَّا قُعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، مَعَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ فِي نَفَرٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا، فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا، وَخَشِينَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُونَنَا، وَفَزِعْنَا، فَقُمْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُولَ اللهِ ﷺ حَتَّى أَتَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَّارِ، فَدُرْتُ بِهِ هَلْ أَجِدُ لَهُ بَابًا، فَلَمْ أَجِدْ، فَإِذَا رَبِيعٌ يَدْخُلُ فِي جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَةٍ - وَالرَّبِيعُ الْجَدْوَلُ - فَاحْتَفَزْتُ، فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «أَبُو هُرَيْرَةَ» فَقُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ،

قَالَ: «مَا شَأْنُكَ؟» قُلْتُ: كُنْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا، فَقُمْتَ فَأَبْطَأْتَ عَلَيْنَا، فَخَشِينَا أَنْ تُقْتَطَعَ دُونَنَا، فَفَزِعْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَأَتَيْتُ هَذَا الْحَائِطَ، فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ، وَهَؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِي، فَقَالَ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ» وَأَعْطَانِي نَعْلَيْهِ، قَالَ: «اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ، فَمَنْ لَقِيتَ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ، فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ»، فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ لَقِيتُ عُمَرُ، فَقَالَ: مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ فَقُلْتُ: هَاتَانِ نَعْلَا رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بَعَثَنِي بِهِمَا مَنْ لَقِيتُ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ، بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ، فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَخَرَرْتُ لِاسْتِي، فَقَالَ: ارْجِعْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، فَرَجَعْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَأَجْهَشْتُ بُكَاءً، وَرَكِبَنِي عُمَرُ، فَإِذَا هُوَ عَلَى أَثَرِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: «مَا لَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟» قُلْتُ: لَقِيتُ عُمَرَ، فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي بَعَثْتَنِي بِهِ، فَضَرَبَ بَيْنَ ثَدْيَيَّ ضَرْبَةً خَرَرْتُ لِاسْتِي، قَالَ: ارْجِعْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: «يَا عُمَرُ، مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ» قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، بِأَبِي أَنْتَ، وَأُمِّي، أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ، مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرَهُ بِالْجَنَّةِ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ، فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا، فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُونَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: «فَخَلِّهِمْ»

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف ایک جماعت (کی صورت) میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھے (اور کسی طرف چلے گئے)، پھر آپ نے ہماری طرف (واپسی میں) بہت تاخیر کر دی تو ہم ڈر گئے کہ کہیں ہمارے عدم موجودگی میں

آپ کو کوئی قتل نہ کر دے۔اس پر ہم بہت گھبرائے اور (آپ کی تلاش میں نکل) کھڑے ہوئے ۔ سب سے پہلے میں ہی گھبرایا اور رسول اللہ ﷺ کو ڈھونڈ نے نکلا یہاں تک کہ میں انصار کے خاندان بنو نجار کے چار دیواری (فصیل) سے گھرے ہوئے ایک باغ تک پہنچا اور میں نے اس کے ارد گرد چکر لگایا کہ کہیں پر دروازہ مل جائے لیکن مجھے نہ ملا ۔ اچانک پانی کی ایک گزر گاہ دکھائی دی جو باہر کے کنوئیں سے باغ کے اندر جاتی تھی (ربیع آب پاشی کی چھوٹی سی نہر کو کہتے ہیں) میں لومڑی کی طرح سمٹ کر داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا ۔ آپ نے پوچھا :'' ابو ہریرہ ہو ؟ '' میں نے عرض کی : جی ہاں ، اے اللہ کے رسول ! آپ نے فرمایا :'' تمہیں کیا معاملہ درپیش ہے ؟ '' میں نے عرض کی : آپ ہمارے درمیان تشریف فرماتھے ، پھر وہاں سے اٹھ گئے ، پھر آپ نے ہماری طرف (واپس) آنے میں دیر کر دی تو ہمیں خطرہ لاحق ہوا کہ آپ ہم سے کاٹ نہ دیے جائیں ۔ اس پر ہم گھبرا گئے ، سب سے پہلے میں گھبرا کر نکلا تو اس باغ تک پہنچا اور اس طرح سمٹ کر (اندر گھس) آیا ہوں جس طرح لومڑی سمٹ کر گھستی ہے اور یہ دوسرے لوگ میرے پیچھے (آرہے) ہیں ۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا :'' اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ! '' او رمجھے اپنے نعلین (جوتے) عطا کیے اور ارشاد فرمایا :'' میرے یہ جوتے لے جاؤ اور اس چار دیواری کی دوسری طرف تمہیں جو بھی ایسا آدمی ملے جو دل کے پورے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہو ، اسے جنت کی خوش خبری سنا دو ۔ '' سب سے پہلے میری ملاقات عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

سے ہوئی ، انہوں نے کہا : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ! (تمہارے ہاتھ میں) یہ جوتے کیسے ہیں ؟ میں نے کہا : یہ رسول اللہ ﷺ کے نعلین (مبارک) ہیں ۔ آپ نے مجھے یہ نعلین (جوتے) دے کر بھیجا ہے کہ جس کسی کو ملوں جو دل کے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہو ، اسے جنت کی بشارت دے دوں ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے میرے سینے پر اپنے ہاتھ سے ایک ضرب لگائی جس سے میں اپنی سرینوں کے بل گر پڑا اور انہوں نے کہا : اے ابو ہریرہ ! پیچھے لوٹو ۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس عالم میں واپس آیا کہ مجھے رونا آرہا تھا اور عمر رضی اللہ عنہ میرے پیچھے لگ کر چلتے آئے تو اچانک میرے عقب سے نمودار ہو گئے ۔ رسول اللہ ﷺ نے (مجھ سے) کہا :" اے ابوہریرہ ! تمہیں کیا ہوا ؟ میں نے عرض کی : میں عمر سے ملا اور آپ نے مجھے جو پیغام دے کر بھیجا تھا ، میں نے انہیں بتایا تو انہوں نے میرے سینے پر ایک ضرب لگائی ہے جس سے میں اپنی سرینوں کے بل گر پڑا ، اور مجھ سے کہا کہ پیچھے لوٹو ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :" عمر ! تم نے جو کیا اس کا سبب کیا ہے ؟ " انہوں نے عرض کی : اللہ کے رسول ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ! کیا آپ نے ابوہریرہ کو اس لیے نعلین دے کر بھیجا تھا کہ دل کے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے والے جس کسی کو ملے ، اسے جنت کی بشارت دے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا :" ہاں ۔ " عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی : تو ایسا نہ کیجیے ، مجھے ڈر ہے کہ لوگ بس اسی (شہادت) پر

بھروسا کر بیٹھیں گے ، انہیں چھوڑ دیں کہ وہ عمل کرتے رہیں ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :"

اچھا تو ان کو چھوڑ دو۔

تشریح۔اس حدیث پاک سے مستنبط ہونے والی چند چیزیں

1. حلقہ بنا کر بیٹھنا۔
2. جب مجلس میں زیادہ لوگ ہوں تو ان میں سے افضل اور اعلیٰ کا نام لینا۔
3. اصحابِ رسول کی رسول اللہ ﷺ سے محبت۔
4. کسی کو اس کی کنیت سے بلانا۔
5. تبرک (برکت والی چیز) کو قبول کرنا۔
6. کلمہ شہادت کی فضیلت۔
7. جنت اللہ کی عطا سے رسول اللہ ﷺ کی ملکیت ہے۔
8. ایمان کے ساتھ اعمال ضروری ہیں۔

(حدیث نمبر 35)

ایک جوتا پہننے کی ممانعت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ: لَا يَمْشِي أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ لِيُحْفِهِمَا جَمِيعًا أَوْ لِيُنْعِلْهُمَا جَمِيعًا۔

(الصحیح البخاری، رقم الحدیث 5856)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے، یا تو دونوں (پاؤں) کو ننگا رکھے یا دونوں کو پہن لے۔

تشریح۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا ایک جوتا پہن کر چلنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس مسئلہ میں دونوں طرح کی روایت ملتی ہے، حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ (کے کسی ایک نعل) کا تسمہ ٹوٹ جاتا تو آپ ﷺ ایک ہی نعل پہن کر چلتے یہاں تک کہ اُسے درست کر لیتے یا آپ ﷺ کے لیے درست کر دیا جاتا۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ پہلی حدیث میں جو ممانعت
آئی ہے وہ کراہتِ تنزیہی پر محمول ہو گی۔ اس لیے کہ ایک جوتا پہن کر چلنا شخصی بگاڑ اور وقار کے خلاف ہوتا ہے۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جوتا پہن کر چلنے سے منع فرمایا

تاکہ چلنے میں مشقت نہ ہو اور چلنے والا ٹھوکر لگنے سے محفوظ رہے اور دیکھنے میں وہ چلنے والا معیوب نہ لگے جب وہ ایک جوتا پہن کر چلے گا تو لوگوں کی نظروں میں ایسا لگے گا گویا اس کا ایک پاؤں دوسرے سے چھوٹا ہے۔

خلاصہِ کلام۔ یہ نکلا کہ اگر مجبوری کے تحت ایک جوتا پہن بھی لیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن جان بوجھ کر ایسے چلنے سے پرہیز کرنا چاہیے اگرچہ کراہتِ تنزیہی ہی سہی لیکن اپنے وقار کا پاس رکھے۔

(حدیث نمبر36)

وہ کلام جس کی ابتداء حمد سے نہ کی جائے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ ﷺ: كُلُّ كَلَامٍ لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِالْحَمْدُ لِلَّهِ فَهُوَ أَجْذَمُ۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث4840)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر وہ بات جس کی ابتداء اللہ کی حمد سے نہ ہو پس وہ

تشریح۔ ہر نیک کلام اور کام کی ابتداء تسمیہ یا حمد سے کرنی چاہیے اس لیے کہ اس سے کلام اور کام دونوں میں بہت برکتیں پڑتی ہیں۔ اگرچہ مذکورہ روایت میں "حمد" کا ذکر آیا ہے لیکن ایک دوسری روایت جو کہ سیدنا ابو ہریرہ سے ہی مروی ہے آپ فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس اہم کام کی

ابتداء ﷽ سے نہ کی گئی ہو وہ ادھورا رہ جاتا ہے۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو رحمٰن اور رحیم فرمایا ہے تو یہ اس کی شان سے بعید ہے کہ رحم نہ فرمائے۔ اس لیے متقدمین و متاخرین علماء کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ جب بھی وہ وعظ سناتے یا اپنی کتاب کو تصنیف کرتے تو اس کی ابتداء تسمیہ و تحمید سے کرتے تھے۔

(حدیث نمبر 37)

مومن اور فاسق

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيمٌ، وَالْفَاجِرُ خِبٌّ لَئِيمٌ۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث 4790)

ترجمہ۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن بھولو بھالا اور شریف ہوتا ہے اور کافر فاجر، فسادی اور کمینہ ہوتا ہے۔

تشریح۔ اس حدیثِ پاک میں کامل مومن کی بات ہو رہی ہے کہ جس کا درجہِ ایمان کمال کو پہنچا ہو۔ اس لیے کہ وہ دنیا سے بے رغبت ہو کر اپنے رب کی رضا کو ڈھونڈتا ہے اور ہر ایسے کام سے خود کو دُور رکھتا ہے جو عبادت میں خلل پیدا کرتا ہو اور لوگوں کی نظروں میں معیوب ہو۔ اس لیے وہ دنیاوی معاملات سے خود کو پیچھے ہی رکھتا ہے، اپنی سادگی اور وقار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے منفعت کا لالچ نہیں کرتا حتیٰ کہ بعض

اوقات نفع کے ہوتے ہوئے بھی نقصان اٹھالیتاہے۔لیکن اس کے برعکس کافر فاجر،فسادی اور کمینہ نہ تو خود کالحاظ رکھتاہے اور نہ لوگوں کا،اسے نفع سے غرض ہے چاہے جو طریقہ بھی اپنانا پڑے،کسی کے ساتھ تلخ کلامی کرنی پڑے تو کرے گا،کسی سے جھگڑنا پڑے تو جھگڑے گا۔یادرہے یہاں بھی ہر کافر مراد نہیں ہے کیونکہ اگر سب کے سب ایسے ہی ہوں تو وہ کافر جن سے کاروباری تعلق ہے ان کے ساتھ دنیاوی معاملات لے کر چلنا بہت مشکل ہے۔اس لیے نہ تو یہ حکم تمام مومنین کو شامل ہے اور نہ ہی کافر والا حکم تمام کافروں کو شامل ہے کہ یہاں عام بول کر خاص مراد لیا گیاہے

(حدیث نمبر38)

اچھادوست یابُرادوست

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، أَنّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ۔

(سنن ابی داؤد،رقم الحدیث 4833)

تشریح۔انسان کو چاہیے کہ جب کسی سے اپنا تعلق جوڑے تو کسی ایسے شخص کو اپنا ساتھی منتخب کرے جو شریعت پر عمل پیرا ہو۔اس لیے کہ صحبت انسان پر اثر کرتی ہے چاہے اچھی ہو یابُری۔کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ فقط دنیاوی معاملات ہیں یہیں پر ختم ہو جائیں گے۔نہیں بلکہ اس کا تعلق آخرت کے ساتھ بھی ہے اس

لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "المرء مع من احب" انسان اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہو گا۔ تو اب اگر دوستی اچھی ہوئی تو دنیا میں بھی نفع اور آخرت میں بھی، اور اگر دوستی کسی بددین سے یا کسی فاسق و فاجر اور بدعقیدہ سے ہوئی تو دنیا تو تباہ ہو گی ہی ساتھ آخرت بھی تباہ کر بیٹھے گا۔ اس لیے پہلے سوچیں سمجھیں اور پھر کسی کو دوستی کا پیغام دیں۔ مسلم شریف کی حدیثِ پاک ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھے اور برے دوست کی مثال؛ کستوری اُٹھانے والے اور بھٹی جھونکنے والے کی طرح ہے، کستوری اُٹھانے والا یا تو آپ کو ہدیہ میں دے گا یا آپ اس سے خرید لیں گے یا (کم سے کم) اس سے اچھی خوشبو پائیں گے اور بھٹی جھونکنے والا یا تو آپ کے کپڑے جلا دے گا یا آپ اس سے بدبو پائیں گے۔

(حدیث نمبر 39)

بدترین مجلس

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللهَ فِيهِ إِلَّا قَامُوا عَنْ مِثْلِ جِيفَةِ حِمَارٍ وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةً۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث 4855)

ترجمہ۔جو لوگ بغیر اللہ کو یاد کئے کسی مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو وہ ایسی مجلس سے اُٹھے ہوئے ہوتے ہیں جو بدبو میں مرے ہوئے گدھے کی لاش کی طرح ہوتی ہے اور وہ مجلس ان کے لیے قیامت کے دن باعثِ حسرت ہو گی۔

تشریح۔یہ حقیقت ہے کہ انسان جب کسی مجلس میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوتا ہے تو لغویات سرزد ہوتی رہتی ہیں۔اس لیے جب مجلس سے اُٹھنے لگے تو اللہ کا ذکر کر لیا کرے تاکہ لغویات کا کفارہ ادا ہو جائے۔ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی اپنی مجلس سے اُٹھے تو یہ دعا پڑھ لے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ)

(حدیث نمبر 40)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین کلمات

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ، سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ۔

ترجمہ۔حضرت سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو کلمے ایسے ہیں جو رحمٰن کو بہت پسند ہیں،زبان پر (بولنے میں)بہت ہلکے ہیں ،میزان پر (اجر کے اعتبار سے)بہت بھاری ہیں،(وہ کلمے یہ ہیں) سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ ، سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ۔

تشریح۔ بعض علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ میں (رحمٰن کو بہت پسند ہیں) کا مطلب یہ ہے کہ ان کلمات کو پڑھنے والا اللہ کو بہت پسند ہے۔ جبکہ بعض علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ تاویل کی ضرورت نہیں معنی اپنی اصل پر ہے کہ کلمات اللہ کو پسند ہیں۔ دوسری بات یہ بیان ہوئی کہ یہ کلمات میزان میں بہت بھاری ہیں۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس حدیث پاک سے استدلال کیا ہے کہ بنی آدم کے اعمال تولے جائیں گے، کیونکہ اُس دور میں کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ اعمال کا وزن کیا جانا ممکن نہیں۔ تو آپ نے ان لوگوں کا رد کرنے کے لیے بھی یہ حدیثِ پاک بیان کی۔

نوٹ۔ اس کتاب کو امام بخاری کی سنت کے مطابق اس حدیثِ پاک پر مکمل کیا گیا ہے اور امام بخاری نے اپنی کتاب " صحیح بخاری " کو اس حدیث پاک پر مکمل اس لیے کیا کہ مجلس کے آخر میں تسبیح پڑھنا مندوب ہے اس لیے آپ نے مجلسِ حدیث کے آخر میں اس حدیث پاک کو بیان کیا۔

مصادر و مراجع

- القرآن الکریم
- علامہ غلام رسول سعیدی، متوفیٰ2016ء "تبیان القرآن"
- امام الحفاظ ابو بکر بن ابی شیبہ العبسی، متوفیٰ159ھ "کتاب الادب"
- امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی، متوفیٰ204ھ "مسند امام شافعی"
- امام احمد بن حنبل، متوفیٰ241ھ "مسند امام احمد بن حنبل"
- امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی، متوفیٰ255 "سنن دارمی"
- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفیٰ256ھ " صحیح بخاری"
- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفیٰ256ھ "الادب المفرد"
- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفیٰ256ھ "السلسلۃ الصحیحہ"
- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفیٰ261ھ " صحیح مسلم"
- امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفیٰ273ھ "سنن ابن ماجہ"
- امام ابو داوٗد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفیٰ275ھ "سنن ابی داوٗد"
- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسی ترمذی 'متوفی279ھ "سنن ترمذی"
- امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفیٰ303ھ "سنن نسائی"
- امام علی بن عمر دار قطنی، متوفیٰ285ھ "سنن دار قطنی"

- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفیٰ 311ھ " صحیح ابن خزیمہ "
- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، متوفیٰ 354ھ " صحیح ابن حبان"
- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، متوفی 360ھ "المعجم الصغیر "
- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، متوفیٰ 360ھ "المعجم الاوسط "
- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، متوفیٰ 360ھ "المعجم الکبیر "
- امام ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد المعروف ابن شاھین بغدادی، متوفیٰ 385"ناسخ الحدیث ومنسوخہ "
- امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفیٰ 405ھ "المستدرک "
- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری، متوفیٰ 656ھ "الترغیب والترھیب "
- امام ولی الدین تبریزی، متوفیٰ 742ھ "مشکاۃ شریف"
- امام عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد الحضری السیوطی المعروف امام جلال الدین سیوطی، متوفیٰ 911ھ "اسباب ورود الحدیث"
- امام عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد الحضری السیوطی المعروف امام جلال الدین سیوطی، متوفیٰ 911ھ "فضائل الصحابہ "
- امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی الشافعی، متوفیٰ 430ھ "حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء "
- علامہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی، متوفیٰ 773ھ "الاصابہ فی تمیز الصحابہ "
- امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبی، متوفیٰ 748ھ "میزان الاعتدال "

- عزالدین بن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری، متوفیٰ 555ھ "اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ"
- طالب الہاشمی "سیرتِ ابوہریرہ"

مصطفائی لائبریری

گروپ

اسلامک کتب حاصل کرنے کے لیے گروپ

جوائن کریں

رانا محمد فیضان03080078773

محمد امیر حمزہ03084215748

عن ابی ہریرۃ

سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ

ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ پوچھا اس کے بعد کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے پھر پوچھا اس کے بعد کون؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے پوچھا اس کے بعد کون ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تمہارا باپ ہے۔

الصحیح البخاری ۵۹۷۱

محمد امیر حمزہ